اوقاف کی تولیت

اہلیت - شرائط

مفتی عبید الرحمٰن
دار الافتاء والارشاد، مردان

ضرورت واہمیت

اس وقت اُمتِ مرحومہ جس بدحالی اور بے دینی کا شکار ہے، وہ محتاجِ بیان نہیں ہے، اس کے بنیادی اسباب میں سے اہم اور اَساسی سبب ''اسلامی خلافت'' کا فقدان اور ملت کی اس عظیم نعمت سے محرومی بھی ہے، جس کا کوئی دوسرا پائیدار متبادل موجود نہیں ہے، تاہم اسلامی معاشرہ میں وقف ادارے جزوی اور عارضی طور پر اُمت کے حق میں سودمند ثابت ہوسکتے ہیں اور ماضی وحال میں ان اداروں سے امت کو بڑا فائدہ پہنچ رہا ہے۔ تاہم بدقسمتی یہ ہے کہ متعدد عناصر کی بنیاد پر یہ فائدہ بھی تعداد وکیفیت دونوں کے لحاظ سے سکڑ رہا ہے، ان متعدد عناصر میں سے ایک اہم عنصر یہ ہے کہ متولی بننے، بنانے میں اہلیت ولیاقت کا لحاظ نہیں رکھا جاتا ہے، بلکہ وراثت یا تعلق وغیرہ بنیادوں پر کسی کو اس اہم کام کے لیے نامزد کردیا جاتا ہے۔ یہاں صلاح واصلاح کے جذبے سے اس کے متعلق چند ضروری باتیں درج کی جاتی ہیں:

تولیت کا معیار اور اس کی ضروری شرائط

حضرات فقہائے کرام کے ہاں یہ بات مُسلّم ہے کہ وقف کا مُتولی وہی شخص ہوسکتا ہے جس میں درج ذیل شرائط موجود ہوں:

❶ - امین اور دیانت دار ہو، خائن نہ ہو۔ جو شخص خیانت کرنے والا ہو یا اس کے بارے میں خیانت کرنے کا اندیشہ ہو، وہ متولی بننے کا اہل نہیں ہے۔

❷ - وقف سے متعلق تمام تر ذمہ داریوں کو درست طریقے سے انجام دینے کی اہلیت واستطاعت رکھتا ہو۔ اگر ایک شخص بہت ہی نیک ودیانت دار ہو، لیکن وقف کی مطلوبہ ذمہ داریوں کی ادائیگی میں کسی وجہ سے

کوتاہی کرتا ہو، چاہے یہ کوتاہی ناتجربہ کاری کی بنیاد پر ہو، مزاج ومذاق کی وجہ سے ہو، شعور کی کمی کی وجہ سے ہو، یا کسی بھی بنیاد پر ہو، ایسا شخص متولی بننے کا اہل نہیں ہے۔

❸- وہ خود متولی بننے/ بنائے جانے کا مطالبہ نہ کرے، کوئی شخص خود ہی متولی بننے کا مطالبہ کرتا ہے تو (عام حالات میں) ایسا شخص بھی اس منصب کا اہل شمار نہیں ہوگا۔

❹- بہت سے اہلِ علم نے مذکورہ شرائط کے ساتھ ''عدالت'' کو بھی شرط قرار دیا ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ متولی کے ذہنی وجسمانی قویٰ، تقویٰ اور مروت دونوں سے مالا مال ہو، لہٰذا اگر کوئی شخص کبیرہ گناہ کرتا ہے اور اس سے توبہ نہیں کرتا، یا صغیرہ گناہوں پر اصرار کرتا ہے تو ایسا شخص بھی ان اہلِ علم کے نزدیک متولی بننے کی لیاقت نہیں رکھتا۔

حضرات فقہائے کرام کی تصریحات

وقف کے مسائل سے متعلق فقہ حنفی کی مشہور کتاب ''الإسعاف'' میں ہے:

''لا يولى إلا أمين قادر بنفسه أو بنائبه، لأن الولاية مقيدة بشرط النظر، وليس من النظر تولية الخائن، لأنه يخل بالمقصود وكذا تولية العاجز لأن المقصود لا يحصل به ويستوي فيها الذكر والأنثى وكذلك الأعمى والبصير وكذلك المحدود في قذف إذا تاب لأنه أمين. رجل طلب التولية على الوقف قالوا: لا تعطى له وهو كمن طلب القضاء لا يقلد.''

ترجمہ: ''جو شخص امانت دار ہو اور وقف کی ذمہ داری بذات خود یا کسی نائب کے ذریعے نبھانے پر قادر ہو، اُسے ہی متولی بنایا جائے، کیونکہ یہ ذمہ داری مصلحت کی بنیاد پر دی جاتی ہے اور خائن کو ذمہ داری سپرد کرنا قرینِ مصلحت نہیں ہے، وہ تو مقصد کے حصول میں رکاوٹ بنتا ہے۔ نیز جو شخص ذمہ داری ادا کرنے پر قادر نہ ہو اسے بھی مقصد حاصل نہ ہونے کی وجہ سے یہ ذمہ داری سپرد نہیں کی جائے گی۔ اس معاملہ میں مرد وعورت برابر ہیں، اسی طرح بینا اور نابینا بھی، نیز محدود فی القذف جس نے توبہ کی ہو، چونکہ وہ بھی امین ہے۔ اگر کوئی خود متولی بننے کی خواہش ظاہر کرے تو اسے متولی نہ بنایا جائے، جیسا کہ منصبِ قضاء کے خواہش مند کو یہ ذمہ داری نہیں سونپی جاتی۔''

''تنقيح الفتاویٰ الحامدية'' میں ہے:

''(سئل) في الصالح للنظر من هو؟ (الجواب): هو من لم يسأل الولاية للوقف وليس فيه فسق يعرف، هٰكذا في فتح القدير. وفي الإسعاف لا يولى إلا أمين قادر بنفسهٖ أو نائبهٖ و يستوي في ذلك الذكر والأنثى.''

ترجمہ: ''فتح القدیر میں ہے کہ: وقف کی ذمہ داری کے لیے زیادہ مناسب وہ شخص ہے جو خود ذمہ داری طلب نہ کرے، نیز وہ ظاہری طور پر فاسق بھی نہ ہو۔ اسعاف میں ہے کہ: جو شخص امانت دار ہو اور وقف کی ذمہ داری بذاتِ خود یا کسی نائب کے ذریعے نبھانے کی صلاحیت رکھتا ہو، اسے ہی متولی بنایا جائے خواہ مرد ہو یا عورت۔''

کویت کے ''موسوعہ فقہیہ'' میں ہے:

''مَا يُشْتَرَطُ فِي الْـمُتَوَلِّي: يُشْتَرَطُ فِي الْـمُتَوَلِّي عِنْدَ أَكْثَرِ الْفُقَهَاءِ الْعَدَالَةُ وَالْقُدْرَةُ عَلَى التَّصَرُّفِ وَالأَمَانَةُ.''

ترجمہ: ''اکثر فقہاء کرام کے نزدیک متولی کے لیے عدالت، امانت اور متعلقہ کام بخوبی ادا کرنے کی لیاقت شرط ہے۔''

خیانت کا مفہوم

یہاں اس غلط فہمی کو بھی دور ہونا چاہیے جو ''امانت'' اور ''خیانت'' کے متعلق عام ہے کہ اس کو صرف مالی امور و معاملات کے ساتھ خاص سمجھا جاتا ہے، جو شخص مالی امور میں غبن نہیں کرتا، اس کو بہرحال امانت دار خیال کیا جاتا ہے۔ یاد رہے کہ یہ ''امانت'' کا ادھورا تصور ہے، امانت اور خیانت کا تعلق صرف مالیات کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ وقف سے متعلق تمام تر ذمہ داریوں کے ساتھ اس کا تعلق ہے، لہٰذا جس طرح وقف کے اموال میں بے جا تصرف کرنا خیانت ہے، یوں ہی وقف کی ذمہ داریوں کو درست طریقہ سے نہ بجالانا بھی خیانت ہی کی ایک شاخ اور اسی کی ایک صورت ہے، جس طرح مالیات میں غبن اور کوتاہی کرنے والا متولی بننے کا اہل نہیں ہے، یوں ہی تولیت کے فرائض اور ذمہ داریوں کی ادائیگی میں واضح طور پر کوتاہی کرنے والا بھی اس بارِ گراں کا کسی طرح لائق نہیں ہے۔ اسی طرح اگر متولی کسی نااہل کو ذیلی ذمہ داری سپرد کرتا ہے، جو وقف کے لیے نقصان دہ ہو تو یہ بھی اس کی کوتاہی میں شمار ہوگا۔

متولی کے فرائض اور ذمہ داریاں

رہا یہ سوال کہ متولی کی کیا ذمہ داریاں ہیں جن میں کوتاہی کرنا خیانت کہلاتا ہے؟ جواب یہ ہے کہ بنیادی طور پر متولی کی درج ذیل ذمہ داریاں ہیں:

①- متعلقہ وقف کے مقاصد کا تحفظ کرنا

اوقاف کی متنوع صورتیں ہوسکتی ہیں، پھر وقف کرنے والے شخص کو بھی شریعت نے اختیار دیا ہے کہ

چاہے تو وقف کرتے وقت کچھ شرائط لگائے، ان جائز شرائط کی رعایت رکھنا ضروری ہے، متولی کی ذمہ داری ہے کہ ان تمام باتوں کی رعایت رکھے۔

②- وقف کے منافع/فوائد کو شرعی ضوابط کے مطابق استعمال کرنا

یہ منافع مال کی شکل میں بھی ہوسکتے ہیں اور منافع وسہولیات کی صورت میں بھی، ہر قسم کے منافع کو شرعی دائرہ کار کے اندر رہتے ہوئے استعمال کرتے رہنا ضروری ہے۔ مثال کے طور پر مسجد ایک وقف ادارہ ہے، نقد رقم کی شکل میں اس کا کچھ فنڈ بھی ہوسکتا ہے، اس میں پانی، بجلی وغیرہ کی سہولیات بھی دستیاب ہوتی ہیں، اب ان پیسوں کو کہاں اور کس طرح خرچ کرنا چاہیے؟ پانی اور بجلی وغیرہ کی سہولیات کو کہاں کس حد تک استعمال کیا جاسکتا ہے؟ کون ان سہولیات سے کہاں تک استفادہ کرسکتا ہے؟ مسجد کی زمین کو کن کن کاموں میں کہاں تک اور کس طرح استعمال کیا جاسکتا ہے؟ یہ اور اس نوعیت کی تمام باتوں میں شرعی احکام وضوابط کی پابندی کرتے رہنا ضروری ہے اور یہ تولیت کے منصب کی ذمہ داریوں میں سے ہے۔

③- درپیش مسائل ومعاملات میں متعلقہ وقف کے مصالح کا بھرپور تحفّظ کرتے رہنا

وقف ادارہ کو خرید وفروخت، کرایہ داری کے معاملات بھی پیش آسکتے ہیں، کوئی اس کے خلاف کچہری میں دعویٰ بھی کرسکتا ہے، بعض اوقات خود وقف کے لیے بھی دعویٰ کرنے کی ضرورت پیش آجاتی ہے، ان جیسے تمام معاملات میں متعلقہ وقف کے مصالح کی اچھی طرح نگہداشت کرتے رہنا بھی متولی کی ذمہ داری اور اس کا فرضِ منصبی ہے۔

متولی نامزد کرنے کا مناسب طریقہ کار

کسی بھی وقف ادارہ کے متولی کو نامزد کرنے کا مناسب طریقہ کار یہ ہے کہ:

①- اگر وقف کرنے والا شخص خود متولی بننے کی اہلیت رکھتا ہے اور عملی طور پر بھی اس کی ذمہ داریاں ٹھیک طریقے سے انجام دے سکتا ہے، تو وہ متولی بن جائے۔

②- اگر خود لیاقت نہ رکھتا ہو، یا لیاقت تو رکھتا ہے، لیکن کسی وجہ سے متعلقہ ذمہ داریاں انجام دینا مشکل ہے تو کسی ایسے معتمد شخص کو متولی نامزد کرلے جو درج بالا شرائط وکوائف پر پورا اُترتا ہو۔

③- وقف نامہ تحریری طور پر محفوظ رکھ لے، اور اس میں اس بات کی بھی صراحت کرے کہ فلاں کو ان ان شرائط وکوائف کی بنیاد پر فلاں فلاں مقاصد واہداف کے لیے متولی مقرر کیا گیا ہے، اگر وہ ان ضروری کوائف کا حامل نہ رہے تو اس کا حقِ تولیت بھی نہ رہے گا اور اس کے بعد بھی ہمیشہ کے لیے ایسا ہی آدمی اس کا متولی رہے

گا، جو فلاں فلاں شرائط وکوائف کا حامل ہو، اور تولیت کے اس منصب پر اسی وقت تک برقرار رہے گا جب تک وہ ان شرائط کا حامل اور ان پر عامل ہو۔

اُسوۂ فاروقی

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو خیبر میں ''ثمغ'' نامی ایک جگہ ملی تھی جو بڑی نفیس اور قیمتی زمین تھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بات چیت کرنے کے بعد آپ نے اس کو وقف کیا تھا اور وقف نامہ میں یہ بھی تحریر فرمایا:

''بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ هٰذَا مَا اَوْصٰى بِهٖ عَبْدُ اللهِ عُمَرُ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ اِنْ حَدَثَ بِهٖ حَدَثٌ اَنَّ ثَمْغًا وَصِرْمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ وَالْعَبْدَ الَّذِيْ فِيْهِ وَالْمِائَةَ سَهْمٍ الَّتِي بِخَيْبَرَ وَرَقِيْقَهُ الَّذِي فِيْهِ، وَالْمِائَةَ الَّتِي اَطْعَمَهُ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْوَادِيْ تَلِيْهِ حَفْصَةُ مَا عَاشَتْ، ثُمَّ يَلِيْهِ ذُو الرَّاْيِ مِنْ اَهْلِهَا اَنْ لَّا يُبَاعَ وَلَا يُشْتَرٰى، يُنْفِقُهُ حَيْثُ رَاٰى مِنَ السَّائِلِ وَالْمَحْرُوْمِ وَذَوِي الْقُرْبٰى، وَلَا حَرَجَ عَلٰى مَنْ وَلِيَهُ اِنْ اَكَلَ اَوْ آكَلَ اَوِ اشْتَرٰى رَقِيْقًا مِنْهُ .''

ترجمہ: ''یہ وصیت نامہ اللہ کے بندے امیر المؤمنین (حضرت) عمر (رضی اللہ عنہ) کی طرف سے ہے۔ اگر میرے ساتھ کوئی حادثہ پیش آئے تو ''ثمغ'' اور ''صرمہ بن اکوع'' والی جائیداد اور وہ غلام جو وہاں ہیں اور خیبر (کی غنیمت سے حاصل شدہ) سو حصے اور اس میں جو غلام ہیں اور وہ سو حصے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وادی ''قر'' میں اپنے اہل وعیال کے اخراجات کے لیے چھوڑے ہیں، ان کی متولیہ (حضرت ام المؤمنین) حفصہ (رضی اللہ عنہا) ہوں گی جب تک زندہ رہیں، ان کے بعد ان کے اہل میں سے صاحبِ رائے اس کے متولی ہوں گے۔ اور شرط یہ ہے کہ اس جائیداد کو نہ بیچا جائے گا، نہ خریدا جائے گا۔ متولی اپنی صوابدید کے مطابق گداگروں، ناداروں اور قرابت داروں میں خرچ کرے گا اور اس کے خود کھانے میں بھی کوئی حرج نہیں، مہمانوں کو کھلائے یا غلام خریدے۔''

اس عبارت کا خط کشیدہ حصہ معنی خیز ہے، ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا آپ کی بیٹی اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلیہ محترمہ ہیں، ان کو متولی بنایا جب تک وہ زندہ رہیں، اس کی متولی رہیں گی، ان کے انتقال کے بعد کون متولی ہوگا؟ اس کا بھی فیصلہ فرمادیا کہ ان کے اہل میں سے جو شخص ''اہلِ رائے'' ہو، وہی اس کا متولی قرار پائے گا، اور حضرات صحابہ کرامؓ کے ہاں ''اہلِ رائے'' وہی شخص سمجھا جاتا ہے جو دیندار اور عقل مند ہو۔

وقف کرنے والوں کو چاہیے کہ وہ اپنے وقف ناموں میں اس بات کی صراحت کرلیا کریں، اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ اہل وعیال یا خاندان کا ہر فرد تولیت کے منصب پر براجماں ہوکر وقف کے حقیقی مقاصد میں خلل انداز نہ ہوسکے گا، بلکہ صرف وہی افراد اس ذمہ داری کو سر لے سکیں گے جو اس کی اہلیت ولیاقت رکھتے ہیں اور

یوں وقف کے مقاصد درست طریقے سے پورے ہوتے رہیں گے، جس سے اُمت کا بھی فائدہ ہوگا اور وقف کرنے والے کے نیک اعمال میں بھی اس حساب سے اضافہ ہوتا رہے گا۔

موجودہ صورت حال اور اس کے نقصانات

اس وقت وقف کے جن اداروں کی تولیت عام مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے، ان میں عام طور پر رواج یہ ہے کہ خاندان اور وراثت کی بنیاد پر تولیت منتقل ہوتی ہے۔ ہمارے مدارس، مساجد اور خانقاہوں کا حکم بھی وقف کا ہے، یہ کسی کی ذاتی املاک نہیں کہلا سکتے، اس لیے ان اوقاف کے متولی حضرات کے تقرر میں کئی وجوہ سے اہلیت وصلاحیت کا لحاظ ضروری ہے، کیونکہ اجتماعی نظم سے مسلمانوں کی سلطنت ختم ہوجانے کے بعد اب معاشرے میں دین داری کا بڑا سرچشمہ یہی دینی ادارے ہیں، نااہل کو ان کا ذمہ دار بنانے میں:

الف: ملت کا نقصان ہے۔

ب: متعلقہ وقف کے تقاضے ادھورے رہ جانا ظاہر ہے۔

ج: شعوری یا لاشعوری طور پر وقف کے معاملہ میں خیانتوں کا امکان غالب رہتا ہے، جس کے اثرات وقف کی وسعت کے مطابق ہوتے ہیں۔

د: مطلوبہ استعداد کے حامل رجال کار پیدا ہوجانے کا راستہ مخدوش ہوجاتا ہے۔

بعض علماء کی تحقیق: ابتداع کا پہلو

بعض اہلِ علم نے دینی مناصب کو وراثت کی بنیاد پر سپرد کرنے کو بدعات میں سے شمار فرمایا ہے، چنانچہ علامہ قرافی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

’’(القسم الثاني) : محرم، وهو بدعة تناولتها قواعد التحريم وأدلته من الشريعة كالمكوس والمحدثات من المظالم المنافية لقواعد الشريعة ، كتقديم الجهال على العلماء وتولية المناصب الشرعية من لا يصلح لها بطريق التوارث وجعل المستند لذلك كون المنصب كان لأبيه، وهو في نفسه ليس بأهل .‘‘

ترجمہ: ’’شریعت کے قواعد اور دلائل سے جس بدعت کی حرمت معلوم ہو وہ حرام ہے، مثلاً: مختلف قسم ٹیکس اور نت نئے مظالم جو شرعی احکام کے سراسر خلاف ہیں، اور مثلاً: جہلاء کو علماء کرام پر فوقیت دینا، دینی مناصب محض وراثت کے طور پر اس دلیل کی بنیاد پر حوالہ کرنا کہ اس کا باپ متولی تھا، جب کہ وہ شخص اس کا بالکل اہل نہ ہو۔‘‘

علامہ شاطبی رحمۃ اللہ علیہ ’’بدعاتِ عادیہ‘‘ پر بات کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

’’واَمَّا الْعَادِيَّةُ: فَاقْتَضَى النَّظَرُ وُقُوْعَ الْخِلَافِ فِيْهَا، واَمْثِلَتُهَا ظَاهِرَةٌ مِمَّا تَقَدَّمَ

فِيْ تَقْسِيْمِ الْبِدَعِ، كَالْمُكُوْسِ، وَالْمُحْدَثَاتِ مِنَ الْمَظَالِمِ، وَتَقْدِيمِ الْجُهَّالِ عَلَى الْعُلَمَاءِ فِي الْوِلَايَاتِ الْعِلْمِيَّةِ، وَتَوْلِيَةِ الْمَنَاصِبِ الشَّرِيْفَةِ مَنْ لَّيْس لَهَا بِأَهْلٍ؛ بَلْ بِطَرِيْقِ الْوِرَاثَةِ، وَإِقَامَةِ صُوَرِ الْأَئِمَّةِ وَوُلَاةِ الْأُمُوْرِ وَالْقُضَاةِ.''

ترجمہ: ''پہلے بدعت کی تقسیم کے ضمن میں عبادات کے علاوہ عادات میں بدعات کی مثالیں واضح ہوچکی ہیں، مثلاً: مختلف قسم کے ٹیکس نافذ کرنا، نت نئے مظالم، علمی مناصب میں جہلاء کو علماء پر فوقیت دینا، اہم مناصب نااہل لوگوں کے سپرد کرنا، بلکہ وراثت کے طور پر دینا، ائمہ کرام، خلفاء اور قاضیوں کی مورتیاں نصب کرنا۔''

درج بالا تفصیل سے معلوم ہوا کہ تولیت کا منصب سنبھالنے کے لیے کچھ شرائط ہیں، جو شخص ان شرائط پر پورا نہ اُترتا ہو، اس کو متولی بنانا، یا اس کا ازخود متولی بننا شرعاً جائز نہیں ہے، نیز اس کے نتیجے میں بہت سے منکرات ومفاسد پیدا ہوجاتے ہیں، اس لیے اس کے ناجائز ہونے میں تو شبہ نہیں ہے، البتہ بدعت ہے یا نہیں؟ تو اگر اس غلط اور مذموم رواج کو شرعی حکم کا درجہ دیا جائے یا وراثت کو شرعی استحقاق کا سبب گردانا جائے تو بدعت ہونے میں بھی شبہ نہیں ہے اور اگر کوئی اس حد تک تجاوز نہ کرے تو بدعت نہیں ہے۔ جن اہل علم نے اس کو بدعات میں سے شمار فرمایا ہے، وہ اسی صورت پر محمول ہے، ''الفروق'' پر ''تهذيب الفروق'' کے نام سے علامہ محمد بن علی بن حسین مالکی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک حاشیہ ہے، اس میں ہے:

''وكذلك تقديم الجهال على العلماء وتولية المناصب الشريفة من لا يصلح لها بطريق التوريث، فإن جعل الجاهل في موضع العالم حتى يصير مفتياً في الدين ومعمولًا بقوله في الأموال والدماء والأبضاع وغيرها محرم في الدين فقط. وأما كون ذلك يتخذ ديدنا حتى يصير الابن مستحقا لرتبة الأب وإن لم يبلغ رتبة الأب في ذلك المنصب بطريق الوراثة أو غير ذلك بحيث يشيع هذا العمل ويطرد ويراه الناس كالشرع الذي لا يخالف بأن يعبروا عنه كما يعبر عن القاعدة الشرعية الكلية من مات عن شيء فنصيبهٗ لولده، ففيه جهتان جهة كونه بدعة بلا إشكال، وجهة كونه قولًا بالرأي غير الجاري على العلم هو الذي بينه النبي - صلى الله عليه وسلم - بقوله: ''حتى إذا لم يبق عالم اتخذ الناس رؤسًا جهالًا، فسئلوا فأفتوا بغير علم فضلوا وأضلوا.''

ترجمہ: ''جہلاء کو علماء پر فوقیت دینا، اہم مناصب نااہل لوگوں کو وراثت کے طور پر سپرد کرنا (یہ بھی بدعات کی شکلیں ہیں) چنانچہ عالم کی جگہ جاہل کا فتویٰ (اور قضاء) کا منصب سنبھالنا اور اس کی بات کو معاملات، خون بہا، اور نکاح وغیرہ معاملات میں فیصلے کی حیثیت دینا شرعاً حرام ہے۔

نیز وراثت کی بنیاد پر دینی مناصب کی تولیت کہ بیٹا نااہلی کے باوجود محض وراثت کی بنیاد پر باپ کے منصب کا مستحق ٹھہرے اور یہ معاملہ اس طرح جاری وساری ہو کہ لوگ اسے دینی حکم سمجھ کر اس کی مخالفت کو گناہ سمجھیں، اسے دینی ضابطہ کی حیثیت دی جائے کہ جو بھی کسی منصب پر فائز ہو تو اس کے فوت ہونے کے بعد بیٹا ہی اس کا وارث ہوگا تو اس میں دو جہتیں ہیں: ایک لحاظ سے بدعت ہے اور بدعت ہونے میں کوئی اشکال کی بات بھی نہیں (کیونکہ تسلسل اور عام رواج کی وجہ سے نئی نسل اسے شرعی حکم اور شرعی ضابطہ سمجھیں گے) دوسری جہت جہالت کی ہے کہ علم وتحقیق سے عاری بات ہے، جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت پہلے اس کی پیشن گوئی فرمائی تھی کہ: ''جب عالم نہ رہے تو لوگ اپنے ناواقف سربراہان کو مقتدی بنا کر ان سے دینی رہنمائی حاصل کریں گے اور وہ بھی علم کے بغیر جواب دیں گے، وہ خود بھی گم راہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گم راہ کریں گے۔''

حاصلِ تحریر

خلاصہ کلام یہ ہے کہ:

①- وقف اداروں کا متولی بننا کوئی عام دنیوی معاملہ نہیں ہے، جس کو رائج طور وطریقے سے نمٹایا جائے، بلکہ یہ ایک شرعی معاملہ ہے جس کے لیے شریعت نے ایک ضابطہ مقرر فرمایا ہے، تولیت کا بوجھ سنبھالنے کے لیے کچھ شرائط مقرر فرمائی ہیں، اگر کسی میں وہ شرائط موجود نہ ہوں تو نہ خود اس کا کسی وقف ادارے کا متولی بننا جائز ہے اور نہ ہی دیگر افراد کا ایسے نااہل شخص کو متولی بنانا درست ہے۔

②- ان شرائط کی تفصیل درج بالا سطور میں تحریر کی گئی ہے۔

③- نااہل شخص کو متولی بنانا خود تو ہے ہی غلط اور مذموم، اس کے نتیجے میں بھی بہت سی غلطیاں اور منکرات ومفاسد پیدا ہوجاتے ہیں، فی زمانہ اس کی وجہ سے اُمت کا اجتماعی طور پر بھی بڑا نقصان ہوتا ہے۔

④- وقف اداروں کے انتظام وانصرام کے لیے اہلیت سے قطع نظر وراثت کی بنیاد پر متولی نامزد کیا جانا بالکل غلط عمل اور قابلِ اجتناب ہے۔

⑤- بعض اہلِ علم کے ہاں یہ بدعت ہے جس کی توجیہ سابقہ سطور میں درج کی گئی ہے۔

اخیر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ امتِ مرحومہ کے حال پر خصوصی رحم وکرم فرمائیں اور ہمیں پوری استقامت اور تندہی کے ساتھ اپنے صراطِ مستقیم پر چلائے رکھے۔

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....